علماء دیوبند اور علم حدیث

ایک غیر مطبوعہ کتاب کے چند اوراق

محدثِ عصر علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رح

مولانا حبیب الرحمن قاسمی استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس

نوٹ زیر نظر مضمون مختصر اور تشنہ ہونے کے باوجود حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور کمالاتِ علمی پر ایک مفید معلوماتی مضمون ہے جس کو تبرک کے طور پر "برہان" میں شائع کیا جا رہا ہے جیسے ہی مقالے پر نظر پڑی حضرت الاستاذ کی خصوصیاتِ درس اور ماضی کا نقشہ سامنے آگیا، مولوی عبدالخالق صاحب ہوشیارپوری کے ساتھ جن کے متعلق معلوم نہیں۔ حیات ہیں یا رحلت فرما گئے ہیں: میں نے بھی تقریر بخاری کا ایک حصہ قلمبند کیا تھا۔ مولانا عبدالخالق نہایت ذی استعداد، نیک اور محنتی طالب علم تھے، طویل القامت تھے، حضرت الاستاذ ازراہِ تفنن اُن کو "ابن لُہیعہ" کے لقب سے پکارا کرتے تھے: "ابن لُہیعہ" حدیث کے مشہور راوی ہیں جن کی بعض محدثین نے توثیق کی ہے اور بعض نے تضعیف بھی کی ہے۔ اس وقت دورہ حدیث میں طلبہ کی پلٹنیں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ طلبہ تعداد میں کم ہوتے تھے۔ مگر عام طور پر مستعد اور محنتی ہوتے تھے، یاد آتا ہے، اُس سال دورہ حدیث میں کل ۷۰ طالب العلم تھے جن میں مشکل سے چھ سات ایسے تھے جو حضرت الاستاذ کی نظر میں ذی استعداد تھے، بخاری شریف کی عبارت یہ تین چار طالب علم ہی پڑھا کرتے تھے، اُس وقت مولوی عبدالخالق صاحب کے علاوہ چار نام یاد ہیں، ایک مولانا

سید میاں اختر حسین صاحب مرحوم اُستاذ طبقۂ علیا دار العلوم دیوبند، دوسرے مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہاں پوری، تیسرے مولانا محمد علی جالندھری مرحوم۔ حضرت الاستاذ جیسے محدّثِ یگانہ کے سامنے احادیث بخاری کی تلاوت معمولی بات نہیں تھی، کسی کی مجال نہیں تھی کہ ایک لفظ بھی زبان سے غلط نکال سکے۔ میں اپنی حیثیت کے مطابق عبارت صاف اور صحیح پڑھنے کی کوشش کرتا تھا پھر بھی کوئی معمولی سی چوک ہو جاتی تو "ہوں" ارشاد فرما کر تنبیہ فرماتے، تحدیث بالنعمتہ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ میں دورۂ حدیث میں درجۂ اول میں کامیاب ہوا تھا بلکہ اول میں بھی اول اور دار العلوم کی اُس سال کی روئیداد میں سب سے پہلا نام میرا ہی ہے، دوسرے نمبر پر مولانا ابوالوفا کا۔ انعامات کی تقسیم کے وقت حضرت الاستاذ نے بھرے جلسے میں جو کلماتِ مبارک ارشاد فرمائے تھے وہ اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں "فرمایا ان کی جماعت میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے"۔ اسی کے ساتھ اپنا مشہور رسالہ "فصل الخطاب لفاتحۃ الکتاب" اپنے دستِ مبارک سے مع تین روپے نقد مرحمت فرمایا، یہ ۱۳۴۱ھ کی بات ہے۔ افسوس چند سال کے بعد گردشِ زمانہ نے حلقۂ تدریس سے باہر پھینک دیا اور زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اب یہ باتیں داستانِ پارینہ ہو گئی ہیں۔ (ع)

ابتدائی حالات۔ علامۂ دہر محدثِ عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے قرآنِ پاک اور فارسی کے ابتدائی رسائل اپنے والد ماجد مولانا محمد معظم شاہ سے پڑھا۔ مولانا غلام محمد صوفی پورہ سے ابتدائی عربی اور فارسی کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ کشمیر کا مروجہ نصاب آپ کے علمی ذوق کو آسودہ نہ کر سکا اس لئے طلب علم میں غریب الوطنی کی راہ لی اور ۱۳۰۵ھ میں علماء ہزارہ کی خدمت میں پہنچے اور تین سال تک یہاں رہ کر متعدد علماء سے علوم و فنون کی تحصیل کرتے رہے لیکن علم کی پیاس یہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ازہرِ ہند دار العلوم دیوبند کا قصد کیا اور ۱۳۰۸ھ میں (یا بقول بعض ۱۳۱۰ھ) دار العلوم میں داخل ہو کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صدر مدرس دار العلوم،

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری، مولانا عبد العلی محدث، مولانا غلام رسول ہزاروی اور مولانا محمد اسحاق امرتسری وغیرہ اکابرِ علماء اور ماہرین اساتذہ سے حدیث، تفسیر، فقہ، ہیئت اور فلسفہ وغیرہ کی تکمیل کر کے ۱۳۱۳ھ میں سندِ فراغ حاصل کی۔ (۱)

درس وافادہ: فراغتِ تعلیم کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی بحیثیت صدر مدرس ۱۳۱۵ھ سے تدریسی سلسلے کا آغاز کیا اور ۱۳۲۰ھ تک مدرسہ امینیہ میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے پھر بعض مجبوریوں کے تحت یہاں سے علیحدہ ہوکر اپنے وطن کشمیر چلے گئے اور قصبہ بارہ مولا میں فیضِ عام کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی اور تین سال تک اس مدرسہ میں تعلیمی فرائض انجام دے کر ۱۳۲۳ھ میں بعض مشاہیرِ کشمیر کی رفاقت میں عازمِ حجاز ہوئے اور حج و زیارت سے مشرف ہونے کے علاوہ یہاں کے کتب خانوں سے علمی استفادہ بھی کیا۔ اور طرابلس، بصرہ، شام اور مصر کے علماء سے حدیث کی سند واجازت بھی حاصل کی۔ حج سے واپسی کے بعد اپنے وطن ہی میں ۱۳۲۶ھ تک تعلیم وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ ۱۳۲۷ھ میں اپنے اساتذہ کی طلب پر دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور بلا تنخواہ درس دینا شروع کر دیا اور اپنی فطری ذکاوت وذہانت، قوتِ حافظہ اور کثرتِ معلومات کی بناء پر جلد ہی دارالعلوم میں طبقہ علیا کے اساتذہ میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کر لیا یہاں تک کہ جب حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۳۳۳ھ میں اپنے سیاسی وانقلابی پروگرام کے تحت حجاز مقدس کا سفر فرمایا تو اپنا جانشین محدث کشمیری ہی کو منتخب فرمایا، اور پھر حضرت کی وفات کے بعد باقاعدہ صدر مدرس قرار پائے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی جانشینی سے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء تک جانشینِ شیخ الہند اور شیخ الحدیث وصدر مدرس کی حیثیت سے بخاری، ترمذی اور دیگر کتبِ صحاح کا درس دیتے رہے۔۔۔ اس بارہ سالہ دورِ صدارت میں ۸۰۹ طلبہ نے حدیث پڑھکر آپ سے سندِ اجازت حاصل کی۔ جن میں حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادی، علامہ محمد یوسف بنوریؒ، مولانا بدرِ عالم میرٹھی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد صدیق

---

(۱) حیاتِ انور از ص ۹ تا ۱۱ ج ۱ ۔

نجیب آبادی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا عبدالرحمٰن کیمبلپوری، مولانا سید میرک شاہ کشمیری، مولانا قاری محمد طیب دیوبندی۔ مولانا سید محمد میاں دیوبندی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا قاضی زین العابدین سجّاد میرٹھی۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن دیوبندی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مولانا سید احمد رضا بجنوری وغیرہم نے علوم دینیہ بالخصوص حدیث نبویہ علی صاحبھا التسلیم والتحیہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں خدمات انجام دیں اور اپنے تدریسی، تصنیفی اور تحقیقی کارناموں کی بنا پر بلادِ ہند و پاک ہی میں نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے نامور علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ اٹھارہ سال دارالعلوم میں رہ کر ۱۳۴۶ھ میں اہتمام سے بعض اختلاف کے باعث مستعفی ہو کر جنوبی ہند کی مشہور درس گاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے اور ۱۳۵۱ھ تک وہاں بھی درس حدیث کا سلسلہ جاری رہا(۱)

خصوصیاتِ درس محدث کشمیری کا درس اس پر قناعت نہیں کرتا تھا کہ محض عبارت کا مطلب سمجھا دیا جائے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ زیر درس مسئلہ سے متعلق تحقیق و تدقیق کا سیر حاصل خلاصہ ہوا کرتا تھا درس کی اسی خوبی کو دیکھ کر علامہ علی مصری حنبلی حافظ صحیحین نے فرمایا تھا "میں نے عرب ممالک کا سفر کیا اور علماءِ زمانہ سے ملا ہوں خود مصر میں کئی سال حدیث کا درس دیا ہے میں نے شام سے لے کر ہندوستان تک اس شان کا کوئی محدث اور عالم دین نہیں دیکھا ان کے (محدث کشمیری) استحضار علوم، تیقظ، حفظ و اتقان، ذکاوت اور وسعت نظر سے میں حیران رہ گیا (۲) مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے محدث کشمیری کے درسی خصوصیات پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

(۱) درس حدیث میں سب سے اول اور زیادہ توجہ اس طرف فرماتے تھے کہ حدیث نبوی کی مراد باعتبار قواعد عربیت اور بلاغت کے واضح ہو جائے۔

(۲) خاص خاص مواقع میں حدیث نبوی کا ماخذ قرآن کریم سے بیان فرماتے اس مناسبت

---

(۱) حیاتِ انور ص ۱۱۶ ج ۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۳ ج ۱

سے بہت سی مشکلاتِ قرآنیہ کو حل فرما دیتے۔

(۳) بقدرِ ضرورت اسماء رجال پر کلام فرماتے خصوصاً جن رواۃ کے بارہ میں محدثین کا اختلاف ہوتا اس جرح و تعدیل کو نقل کر کے اپنی طرف سے ایک قولِ فیصل بنا دیتے کہ یہ راوی کس درجہ میں قابلِ قبول ہے۔ (۴) فقہ حدیث پر کلام فرماتے تو اولاً ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل کرتے اور پھر ان کے وہ دلائل بیان فرماتے جو اس مسلک کے فقہاء کے نزدیک قوی ہوتے پھر ان کا شافی جواب اور امام اعظم کے مسلک کی ترجیح بیان کرتے۔

(۵) نقل مذاہب میں قدماء کے نقول پیش کرنے کے بعد متاخرین کے اقوال بیان کرتے۔

(۶) مسائل خلافیہ میں تفصیل کے بعد اپنی رائے کا بھی اظہار کرتے گویا وہ ایک قسم کا فیصلہ ہوتا جو طلبہ کے لئے موجب طمانیت ہوتا۔ (۷) درس بخاری میں تراجم کے حل کی جانب بطور خاص توجہ فرماتے اور بہت سے مواقع میں شارحین کے خلاف مراد منقح فرماتے اور اسکے دلائل و شواہد بیان فرماتے۔ (۸) درس کی تقریر نہایت جامع اور موجز ہوتی تھی ہر کس و ناکس کے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

(۹) کمال حافظہ کا یہ عالم تھا کہ علاوہ صحاح ستہ کے دیگر کتب حدیث گویا ازبر تھیں اور درسِ حدیث کے وقت انھیں کامل وثوق و اعتماد کے ساتھ پیش فرماتے تھے جس سے طلبہ کو پورے ذخیرۂ حدیث سے واقفیت ہو جاتی تھی۔ (۱)

طرقِ درس میں تجدید | محدث کشمیری درس میں کتاب نہیں پڑھاتے تھے بلکہ علوم کا درس دیتے تھے جس سے طلبہ کے ذہن میں جلاء نظر میں وسعت اور معلومات میں بیش بہا اضافہ ہوتا تھا۔ خاص طور سے درسِ حدیث میں آپ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ حدیث کے درس میں تمام متداول علوم و فنون کو حدیث کی شرح میں برتنا اور ان کے اجراء کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مغز حدیث تک رسائی کیلئے جملہ علوم و فنون میں دستگاہ ضروری ہے۔[۲]

مصطلحاتِ فن پر اضافے | اصولِ فقہ جو ایک نہایت دقیق اور مشکل فن ہے ہمیشہ سے دقیقہ سنج

---

(۱) حیاتِ انور ص ۱۸۵ - ج ۱ (۲) ایضاً ص ۱۳۷ ج ۲

اور دقیق النظر علماء کی بحث ونظر کی آماجگاہ بنا رہا ہے اس اہم فن کی بعض اصطلاحات پر محدث کشمیری کا اضافہ قابلِ فخر کارنامہ ہے۔

ائمۂ فن نے متواتر کی تعریف کی ہے اور تواترِ اسناد کو بیان کیا ہے لیکن نہ اس کے اقسام سے پورا اعتناء کیا اور نہ انہیں منضبط کیا۔ اور نہ اس کے اقسام کو جداگانہ ناموں سے ممتاز ومتعین کیا تواتر کی بحث کلام اور اصول دونوں جگہ ہے لیکن متکلمین اور اصولیین دونوں ہی اس باب میں خاموش ہیں۔ اسلامی دنیا میں علامہ سید انور شاہ محدث کشمیری نے پہلی مرتبہ تواتر کے اقسام سے اعتناء کیا۔ اور اس کو اقسامِ اربعہ میں منحصر کیا اس کی ہر قسم کو ایک خاص نام سے نامزد کیا تواتر کے اقسام اربعہ یہ ہیں۔ (۱) تواتر اسناد (۲) تواتر طبقہ (۳) تواتر عمل وتوارث (۴) تواتر قدر مشترک علامہ شبیر احمد عثمانی نے مقدمہ فتح الملہم شرح مسلم میں اس تقسیم کی تحسین بایں الفاظ کی ہے :-

یہ تواتر کی چار قسمیں ہیں۔ اگرچہ اس کی جزئیات اصولیین کی کتابوں میں منتشر طور پر پائی جاتی ہیں لیکن وہ تقسیم کے موقع پر اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ سب سے پہلے جس اصولی نے تواتر کو چار قسموں میں منقسم کیا اور ہر قسم کو ایک مخصوص نام سے ممتاز کیا وہ ہمارے علم میں شیخ علامہ انور شاہ ہیں اور یہ تقسیم بہت خوب ہے۔ (۱)

تصنیف وتالیف محدث کشمیری باوجود حیرت انگیز جامعیت، تبحر اور کثرتِ معلومات کے کبھی ذوق وشوق سے تصنیف وتالیف کی جانب متوجہ نہ ہوئے ہاں دینی اور شدید علمی تقاضوں کی وجہ سے چند رسائل یادگار چھوڑ گئے نیز ان کے تلامذہ کی وساطت سے بھی اچھا خاصا ذخیرہ ان کے علمی کمالات کا امت کے ہاتھ آیا اس طرح اس محققِ یگانہ اور نادرۂ روزگار کی علمی تحقیقات سے دنیا کو استفادہ کا موقع مل گیا ان نوادرات علمیہ میں چھ کتابیں تو خود محدثِ کشمیری نے تالیف کی ہیں بقیہ ان کے امالی ہیں جن کو ان کے تلامذہ نے درسِ حدیث کے وقت قلمبند کیا ہے۔ ان جملہ تصانیف کی تفصیل مندرجہ ہے :-

(۱) مقدمہ فتح الملہم

(۱) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح | فرقۂ مرزائیت کے بانی غلام احمد قادیانی نے نزول مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے انتہائی الہام پوش فریب کاریوں سے کام لیا ہے۔ محدث کشمیری نے جن کا پردہ اپنی متعدد تصانیف میں چاک فرمایا ہے اسی سلسلہ کی ایک تصنیف یہ کتاب بھی ہے آپ نے اس اہم تصنیف کے ذریعہ ثابت کر دکھایا ہے کہ نزول مسیح کا ثبوت حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ ذخیرۂ احادیث صحاح، جوامع، مسانید اور معاجم سے منتخب کر کے ۷۰ احادیث اور ۳۰ آثار صحابہ کو اس میں جمع کیا ہے اس کتاب کی جامعیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ شوکانی اپنی وسعتِ معلومات اور تبحر فی الحدیث کے باوجود اس موضوع پر ۲۹ احادیث سے زاید نہ پیش کر سکے اسی لئے عصرِ حاضر کے عظیم محقق و محدث علامہ زاہد کوثری محدث کشمیری کی اس کاوش کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور سفر و حضر میں تعویذ کی طرح ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن دار الاشاعت دیوبند نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی سے چھپوا کر ۱۳۴۲ھ میں شایع کیا تھا۔ دوسرا ایڈیشن چند سال ہوئے شیخ عبد الفتاح ابو غدہ مصری نے اپنی تحقیقات و تعلیقات سے مزین کر کے دمشق سے شایع کیا ہے۔ اصل کتاب سے پہلے محدث کشمیری کے تلمیذ رشید مولانا مفتی محمد شفیع سابق مفتیِ اعظم پاکستان کا ۱۴ صفحات پر مشتمل ایک قیمتی مقدمہ بھی ہے۔

(۲) فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب | مسئلہ فاتحہ خلف الامام ہر دور میں اہل علم کے درمیان موضوع بحث رہا ہے اور ہر عہد کے علماء نے اس پر کتب و رسائل تصنیف کئے ہیں محدث کشمیری نے بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھایا اور ۱۰۶ صفحات کا ایک محققانہ رسالہ اہل علم کے سامنے پیش کر دیا۔ شروع کتاب میں اس کے مقصد تالیف اور موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں "میں نے اس رسالہ میں مسئلہ قرأۃ خلف الامام کو اس طرح منقح کرنے کی کوشش کی ہے کہ شارع کی غرض واضح طور سے متعین ہو جائے اس مقصد کے لئے انھیں روایات کو لیا ہے جو

درجۂ صحت کو پہنچی ہوئی ہیں۔ رسالہ لکھنے کا مقصد کسی کا رد نہیں ہے بلکہ احناف کے مسلک کی توضیح ہے میں علمی مباحث میں نزاع کو پسند نہیں کرتا میری اپنی کوشش یہی رہی ہے کہ اپنے مسلک کو قوی شواہد و دلائل سے پیش کر دوں اور بس۔

اس رسالہ میں حدیث عبادہؓ بروایت محمد بن اسحاق کی عجیب و غریب عالمانہ تحقیق کی گئی ہے ضمناً نحو اور معانی کے قیمتی مباحث بھی آگئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۳۹ھ کی تصنیف ہے اور یونیورسل پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع ہوئی ہے۔

(۳) **خاتمۃ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب** — یہ رسالہ بھی فاتحہ خلف الامام ہی پر ہے فارسی زبان میں محض دو یوم کی مدت میں لکھا گیا ہے اس پر حضرت شیخ الہند کی تقریظ بھی ہے۔

(۴) **نیل الفرقدین فی مسئلہ رفع الیدین** — موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ رسالہ عربی میں ہے ضخامت ۱۵۴ صفحات ہے بزمانہ قیام ڈابھیل ۱۳۵۰ھ میں محض دو ماہ کی مدت میں لکھا گیا ہے اور برقی پریس دہلی سے طبع ہوا۔ اپنے موضوع پر یہ رسالہ تحقیقات و معلومات کا نادر نمونہ ہے پوری کتاب پانچ فصلوں میں منقسم ہے اور ہر فصل میں بیشمار کتابوں کے حوالے ہیں صرف پہلی فصل کے صفحہ اول پر تقریباً پچاس سے زائد کتابوں کے حوالے ہیں۔

(۵) **بسط الیدین لنیل الفرقدین** — ۴۶ صفحات کا یہ مختصر رسالہ نیل الفرقدین کا تکملہ ہے مدینہ پریس بجنور سے ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوا۔ علامہ زاہد کوثری نے ان دونوں رسالوں کے بارہ میں اپنی رائے یوں ظاہر کی ہے۔ "رفع یدین کی بحث بڑی طویل ہے اس موضوع پر جانبین سے اہم کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس باب میں بہترین کتابیں العلامہ الحبر البحر محمد انور شاہ الکشمیری کی دو کتابیں ہیں نیل الفرقدین و بسط الیدین جن میں ساری بحث کا عطر کشید کر لیا گیا ہے"۔ (۱)

(۶) **کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر** — موضوع نام سے ظاہر ہے۔ مجبوب المطابع برقی پریس دہلی سے ۱۳۵۳ھ میں یہ کتاب طبع ہوئی وتر کے مسائل اگرچہ عوام میں چنداں مشہور نہیں

---

(۱) تانیب الخطیب ص ۸۰۔

لیکن حدیثی اعتبار سے نہایت قابلِ توجہ ہیں محدث کشمیری نے اس باب کی جملہ احادیث کی اس طرح شرح کی ہے کہ سارے تعارض رفع ہو کر ہر حدیث اپنے موقع پر درست نظر آتی ہے۔ اس رسالہ کی اہمیت وجامعیت کا اندازہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب فتح الملہم کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

شاہ صاحب رح کی کتاب کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر کی قدر اس وقت ہوئی جب اس موضوع پر جتنا ذخیرۂ حدیث تھا سب کا مطالعہ کیا پھر رسالہ مذکور کو اول سے آخر تک پڑھا۔

(۷) الاتحاف لمذھب الاحناف یہ عکسی نسخہ ۲۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی نے لندن سے جدید طریقۂ طباعت کے ذریعہ ۱۹۵۹ء میں شائع کرایا تھا۔

مولانا ظہیر الحسن شوق نیموی کی شہرۂ آفاق کتاب آثار السنن جس کی تالیف میں محدث کشمیری کا مشورہ بھی شامل تھا۔ الاتحاف اسی کا حاشیہ ہے۔ محدث کشمیری نے آثار السنن کا ایک نسخہ اپنے مطالعہ کے لئے خاص کر لیا تھا اسی نسخہ کے حاشیہ اور بین السطور میں انھوں نے نادر تحقیقات کے جواہرات بکھیرے ہیں آثار السنن کا یہ نسخہ دست بردِ زمانہ سے محفوظ رہ گیا تھا جسے الاتحاف لمذھب الاحناف کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ شروع میں علامہ محمد یوسف بنوری مرحوم کے قلم سے اس کا تعارف ہے اس کتاب میں محدث کشمیری نے اس قدر یادداشتیں اور حوالے جمع کر دیئے کہ اگر انھیں جدید طرزِ تصنیف کے لحاظ سے مرتب کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے۔

(۸) حاشیہ سنن ابن ماجہ۔ غیر مطبوعہ۔ (۹) فیض الباری بشرح صحیح البخاری۔

یہ محققانہ کتاب محدث کشمیری کے درس بخاری کی املائی شرح ہے جسے ان کے تلمیذ خاص مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نے کئی سال کی محنت وکاوش کے بعد فصیح وبلیغ عربی میں مرتب کیا ہے۔ یہ بڑے سائز کی چار جلدوں میں ہے۔ صفحات کی مجموعی تعداد ۲۰۰۹ ہے ہر جلد کی تفصیل یوں ہے۔

جلد اول۔ یہ ۴۱۲ صفحات میں ہے باب کیف بدء الوحی سے شروع ہو کر باب التیمم پر یہ جلد

ختم ہوتی ہے شروع میں جامع و مرتب اور علامہ بنوری کے قلم سے دو مبسوط مقدمے ہیں جو ۸۰ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں مطبع حجازی قاہرہ میں مجلس علمی ڈابھیل کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

جلد دوم۔ اس جلد کے کل صفحات ۴۹۵ ہیں اور باب الصلوٰۃ سے باب ماینہیٰ من سبب الدعوات کی شرح اس میں آگئی ہے۔ یہ جزء بھی قاہرہ ہی سے سن مذکورہ میں شائع ہوا۔

جلد سوم۔ یہ جزء بھی ۴۷۰ صفحات پر مشتمل ہے اور باب وجوب الزکوٰۃ سے الموادعۃ من غیر وقت تک ہے۔ یہ بھی ۱۹۳۸ء ہی میں شائع ہوا مگر مطبع حجازی کے بجائے مطبع دارالمامون للنشر قاہرہ میں چھپا ہے۔

جلد چہارم۔ اس میں کل صفحات ۴۴۵ ہیں اور یہ باب بدء الخلق سے شروع ہو کر باب قول اللہ تعالیٰ "وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ" پر یہ جلد مکمل ہوتی ہے یہ بھی دارالمامون للنشر ہی میں طبع ہوا ہے۔ فیض الباری میں صحیح بخاری کا متن درج نہیں ہے مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے جگہ جگہ حواشی بھی ہیں جن میں محدث کشمیری کے اجمالی مباحث کی تفصیل و توضیح ہے۔

یہ کتاب محدث کشمیری کے علوم و کمالات کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے بالخصوص جہاں حافظ شیخ الاسلام بدرالدین عینی اور قاضی القضاۃ حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے بلند پایہ محققین بے بس نظر آتے ہیں وہاں محدث کشمیری کے کمالات و امتیازات پوری آب و تاب سے جلوہ آرا دکھائی دیتے ہیں اگرچہ بعض مقامات میں جامع علام کے قلم کو لغزش ہوگئی ہے پھر بھی یہ کتاب قرآن، حدیث، فلسفہ کلام، معانی، بلاغت وغیرہ علمی ابحاث سے مالامال ہے۔

(۱۰) العرف الشذی۔ یہ امام ابوعیسیٰ ترمذی کی شہرۂ آفاق کتاب جامع ترمذی کی املائی شرح ہے جسے مولانا چراغ محمد پنجابی نے ۱۳۳۸ھ کے دورۂ حدیث کے اسباق کے وقت جمع کیا تھا اور مطبع قاسمیہ دیوبند نے ۱۳۴۲ھ میں شائع کیا۔ باب الطہارۃ سے باب المناقب تک کے مباحث ۴۴۵ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ العرف الشذی اگرچہ فیض الباری کے معیار کو